اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (یوسف:108)

وقال الله تعالٰی فی مقام اخر

وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ (المآئدہ:44)

وقال الله تعالٰی فی مقام اخر

كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ (ال عمرٰن:79)

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۔ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۔ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

نظام کائنات کی ترتیب:۔

اللہ رب العزت نے اس کائنات کو اپنی قدرت کاملہ سے پیدا فرمایا اور اس کے نظام کو چلانے کی ایک ترتیب دی۔ اس معاشرے میں کچھ لوگ دینے والے ہوتے ہیں اور کچھ لینے والے ہوتے ہیں، کچھ پڑھانے والے اور کچھ پڑھنے والے ہوتے ہیں، کچھ بڑے ہوتے ہیں اور کچھ چھوٹے ہوتے ہیں، کچھ حاکم ہوتے ہیں اور کچھ محکوم ہوتے ہیں۔ اگر سارے کے سارے انسان ایک بن جائیں تو معاشرے کا نظام چل ہی نہیں سکے گا۔ جس طرح ایک کارخانے میں کوئی منیجر ہوتا ہے اور کوئی اس کا ماتحت ہوتا ہے، اگر سارے کے سارے ایک ہی عہدے پر فائز کر دیئے جائیں تو نظام چل ہی نہیں سکے گا۔ اسی طرح اللہ رب العزت نے بھی معاشرے کو چلانے کی ایک ترتیب بنائی ہے۔ اس ترتیب میں کسی کو اللہ نے مقام دیا ہے اور کس کو اس کا ماتحت بنا دیا ہے۔ جب تک وہ ترتیب اپنی اصلی شکل پر باقی رہے گی خیر ہوگی اور اگر ترتیب الٹ جائے تو نتیجے بھی الٹ جائیں گے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ (النسآء:34) مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔

یعنی گھروں کے اندر کی قیادت، امارت اور سیادت اللہ تعالیٰ نے مردوں کو دی ہے۔ وہ گھر کے نگران او رذمہ دار ہیں اور عورتوں کو ان کا ماتحت بنا کر ان کی ملکہ بنایا۔ اگر یہ ترتیب بدل جائے اور...... اَلنِّسَآءُ قَوَّامَاتٌ عَلَی الرِّجَالِ......بن جائے تو آپ دیکھیں گے کہ اس گھر کا نتیجہ ہمیشہ الٹا ہوگا۔ وہاں سے خیر نکلنے کی بجائے شر نکلے گا، دین نکلنے کی بجائے دنیا نکلے گی اور اچھائی کی بجائے برائی نکلے گی۔ یہ اللہ کی بنائی ہوئی ترتیب ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اونچا رکھا وہ اونچا رہے اور جس کو نیچے رکھا وہ نیچے رہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کی اس ترتیب پر راضی رہے۔ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ترتیب کو الٹنا ایک عذاب ہوتا ہے۔ اسی لئے جب قوم لوط پر عذاب آیا تو رب کریم نے ارشاد فرمایا:

فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا (الحجر:74) پس ہم نے اس شہر کو (الٹ کر) نیچے سے اوپر کر دیا۔

انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو زمین کے اوپر کو زمین کے نیچے کے ساتھ بدل دیا گیا۔ یعنی اوندھا کر دیا گیا۔

امانت کی سپردگی:

جس نے کلمہ پڑھا اس نے اللہ رب العزت سے ایک عہد کر لیا۔ یہ عہد کرنے سے بندہ ایمان والا بن جاتا ہے۔ اور یاد رکھیں کہ ایمان ایک امانت ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الاحزاب:72) ہم نے بار امانت کو آسمانوں اور زمین پر پیش کیا۔

دیکھیں کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے امانت کا لفظ استعمال فرمایا۔ اس امانت کو آسمانوں اور زمین پر پیش کیا گیا

تھا اورانہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کر دیا تھا۔ پھر اللہ رب العزت نے اپنی قدرت سے یہ ذمہ داری اپنے بندوں کے سر پر رکھ دی اور انسان نے اس ذمہ داری کو اپنے سر پر لے لیا۔

امانت کے بارے میں ایک دستور ہے کہ وہ کسی کی دی ہوئی چیز ہوتی ہے اور اس کو پھر پہنچانا ہوتا ہے۔ اگر آدمی امانت کو نہ پہنچائے تو وہ سزا کا مستحق بنتا ہے۔ اسی لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (النسآء:85) بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کو ان کی امانتیں پہنچا دو۔

جب یہ ایمان کسی بندے کے سینے میں اتر جائے تو وہ امانت ہوتا ہے ۔ اس امانت کو آگے پہنچانا ہے......کہاں پہنچانا ہے؟......اللہ کے بندوں تک پہنچانا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ایک ترتیب ہے۔ یہ امانت پہلے انبیاء کو ملتی تھی اور انبیاء اپنی زندگی میں اپنی امتوں تک پہنچاتے تھے۔ نبیء رحمت ﷺ کی تشریف آوری کے بعد آپ کے سر پر ختم نبوت کا تاج سجا اور اس کی برکت سے وہ نعمت آپ ﷺ کے ورثاء کو دے دی گئی۔

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ علماء انبیائے کرام کے وارث ہیں۔

چنانچہ وہ نبی اکرم ﷺ کے نائب بن کر اب اس امانت کو پوری دنیا میں پھیلائیں گے اور جو لوگ ان علماء سے حصہ پائیں گے وہ بھی اپنے اپنے درجے کے مطابق اس امانت کو آگے پہنچائیں گے۔ تو نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ختم نبوت کے صدقے یہ ذمے داریاں ہر ایک مؤمن کے سپرد کر دی گئی۔ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے داعی بننے کا فریضہ عطا فرمایا۔ لہٰذا جو طالبات آج بخاری شریف کی آخری حدیث پاک پڑھ چکی ہیں وہ ذہن میں یہ نہ سوچیں کہ اب ہم امتحان سے فارغ ہو کر جائیں گی اور گھروں میں جا کر

آرام کریں گی۔ زندگی میں تو آرام نہیں ہے۔ یاد رکھیں کہ

......دنیا کام کے لئے

......قبر آرام کے لئے اور

...... جنت عیش کے لئے بنائی گئی ہے۔

اس لئے مومن کو دنیا میں آرام نہیں ہے......کام، کام، کام بس تھوڑا آرام ......اور وہ آرام بھی اس نیت سے کہ میں تازہ دم ہو کر پھر کام کروں۔ اس لئے مؤمن کے آرام کو بھی اللہ تعالیٰ اس کے کام میں شمار فرما لیتے ہیں۔ اس لئے ارشاد فرمایا:

نَوْمُ الْعُلَمَاءِ عِبَادَةٌ علماء کی نیند عبادت ہوتی ہے۔

سبحان اللہ، جس مؤمن کا سونا عبادت ہو اس کا جاگنا کتنی بڑی عبادت ہوگی۔

استاد کو ہدیہ پیش کرنے کا طریقہ:

دستور یہ ہے کہ دینے والا لینے والے سے افضل ہوتا ہے۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا:

اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔

یعنی دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ چونکہ اس حدیث پاک میں علیا اور سفلیٰ کا لفظ استعمال فرمایا گیا، اس لئے مشائخ سکھاتے ہیں کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اگر آدمی اپنے استاد کو کوئی ہدیہ پیش کرے تو اپنے دونوں ہاتھوں پر رکھ کر پیش کرے تا کہ لینے والے ہاتھ اس کے اوپر سے لیں۔

ایک مرتبہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ روتے ہوئے دعا مانگ رہے تھے کہ اے اللہ! آپ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے اچھا ہوتا ہے، اب میرے پاس کچھ مال ہے اور میں وہ

مال آپ کے محبوب ﷺ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں، مگر یہ ادب کے خلاف ہے کہ میں دوں اور وہ لیں، لہٰذا آپ مہربانی فرما کر اپنے محبوب ﷺ کے دل میں یہ بات ڈال دیں کہ وہ ابوبکر کے مال کو اپنا مال سمجھ کر استعمال فرمایا کریں۔ اللہ اکبر......

طالبات کے لئے محنت کا میدان:

دنیا میں انسان کی دو حیثیتیں ہیں۔ یا تو وہ داعی ہوگا یا مدعو ہوگا۔ اس کے علاوہ تیسری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مومن کو اللہ تعالیٰ نے داعی بن کر زندگی گزارنے کا حکم فرمایا ہے۔ اس لئے جو طالبات آج تحصیلِ علم سے فارغ ہو جائیں ان کے سر پر ایک اور ذمہ داری پڑ جائے گی۔ اب وہ اس علم پر عمل بھی کریں اور داعیہ بن کر اپنے گھر میں کام بھی کریں۔ ان کی محنت کا میدان یہ ہوگا کہ وہ گھروں کے اندر رہتے ہوئے گھر کے بچوں اور عورتوں کو یا قریب کے محلے میں جن عورتوں سے میل جول ہو ان تمام کو یا گھر کے محرم مردوں کو دین کی طرف متوجہ کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر ہر گھر دین کا ایک مدرسہ بن جائے گا اور ہر ماں بچوں کی ماں بھی ہوگی اور ان کی معلّمہ بھی بن جائے گی۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا میں معلّم بن کر مبعوث ہوا ہوں۔

گویا فارغ التحصیل ہونے والی ہر ہر طالبہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی روحانی بیٹی بن کر وہی کام کرے گی جو اللہ کے محبوب ﷺ نے کیا تھا۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو اللہ رب العزت کی طرف سے علم و عرفان والی جو امانت ملی اسے آپ ﷺ نے اپنی امت تک پہنچا دیا۔ اسی لئے اللہ کے محبوب ﷺ نے فرمایا:

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّ اللّٰہُ یُعْطِیْ میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا کرنے والے ہیں۔

غور فرمایئے کہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے قاسم کا لفظ ارشاد فرمایا ......انا قاسم ...... فرمایا...... انا

خازن......ارشاد نہیں فرمایا۔لہٰذا ہمیں بھی جب یہ نعمت ملے تو ہمیں بھی چاہیے کہ اس کو آگے تقسیم کریں۔ یہ وہ خیر ہے جو تقسیم کرنے سے زیادہ بڑھتی ہے، جب کہ دنیا کا مال پیسہ تقسیم کرنے سے گھٹ جاتا ہے۔ اس لئے طالبات ابھی سے اپنے دل میں یہ عہد اور ارادہ کرلیں کہ انہوں نے اپنی معلمات سے جو نعمت پائی ہے اس کو آگے تقسیم کریں گی۔

دعوت کا کام نہ کرنے پر حسرت:

مومن کی حیثیت ایک سپاہی کی مانند ہے کیونکہ جس طرح سپاہی خود بھی احکامِ سلطنت کی پابندی کرتا ہے اور دوسروں کو بھی ان احکام کی پابندی پر متوجہ کرتا ہے، اسی طرح مومن بھی احکام خداوندی پر عمل کرتے ہوئے دوسروں کو احکامِ خداوندی پر عمل کرنے کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اگر ہم اس نعمت کو آگے تقسیم کرتے رہیں گے تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمتیں ملتی رہیں گی۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ (یوسف:108) کہہ دیجئے کہ میرا راستہ تو یہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔

اور قیامت کے دن جو لوگ یہ کام نہیں کریں گے ان کا کیا حال ہوگا؟ ارشاد فرمایا

وَ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا (الفرقان:27)

اور جس دن ظالم اپنا ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھائے گا کہ کاش میں نے پیغمبر کے ساتھ رشتہ اختیار کیا ہوتا۔

وہ کہیں گے کہ اے کاش! ہم نے رسول اللہ ﷺ کے طرزِ زندگی کو اپنایا ہوتا۔ان کو اس بات کی حسرت ہو گی۔

دعوت وتبلیغ کے مختلف انداز:

اللہ رب العزت کی طرف سے دعوت وتبلیغ کا حکم کھُلا اور دُھلا ہے اور اس کے طریقے کو اللہ تعالیٰ نے علماء کے اوپر چھوڑ دیا ہے۔ گویا حکم منصوص ہے اور علمائے کرام نورِ نبوت کی تعلیمات کو سامنے رکھ کر وقت کے مطابق طریقہ ترتیب دیتے رہیں گے۔

......کہیں مدارس کی شکل میں

......کہیں درسِ قرآن کی شکل میں

......کہیں دعوت وتبلیغ کے کام کی شکل میں

......اور کہیں خانقاہوں میں اللہ اللہ کی شکل میں

یہ سب دعوت کے انداز ہیں۔ یاد رکھیں کہ دعوت الی اللہ کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ چپکا دینا بے وقوفی کے سوا کچھ نہیں۔ ایسا بندہ یا تو جاہل ہے یا پھر مجہول ہے۔ دعوت حکمِ ربانی ہے اور داعی بننا ہے۔ لیکن جہاں تک ترتیب کا تعلّق ہے اس کے بارے میں وسعت ہے۔ اس کے مختلف انداز ہیں...... اگر کوئی یہ سمجھے کہ دعوت وتبلیغ کی جو آج کل شکل ہے، فقط یہی دعوت ہے تو کیا نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے لے کر حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان تک کے سب لوگ بغیر دعوت کے دنیا سے چلے گئے؟...... اس طرح ایک ترتیب کے اندر ہی انحصار کر لینا غلطی ہے۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آج کے دور میں یہ سب سے اچھی ترتیب ہے۔ یہ ایک پکی بات ہے اور اسے ماننے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

چونکہ دعوت وتبلیغ کے مختلف انداز ہیں اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ مدارس میں بیٹھ کر حدیث کا درس دینے والے استاد بھی دین کی دعوت دینے والے ہیں اور مساجد میں صبح وشام درس دینے والے علمائے کرام بھی دین کی دعوت دینے والے ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ دعوت الی اللہ کا یہ کام ہر ایک کے لئے اپنی اپنی

حیثیت کے مطابق کرنا ضروری ہے۔ جو بڑے علماء ہیں ان کا ایک گروہ ایسا ہوگا جو کامل داعی بن کر کام کرے گا۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (ال عمران:104) اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے اور یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔

اس فرضِ کفایہ کو کچھ علماء تو کامل طریقے سے پورا کرتے رہیں گے اور باقی ہر بندہ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اس کام کو کرے۔ فقط علماء کا فرض نہ سمجھے کہ دین کی طرف بلانا صرف علماء کا کام ہے، یہ ہر کلمہ گو کا کام ہے۔ وہ جہاں نوکری کرتا ہے، جہاں کام کرتا ہے اور جہاں رہتا ہے، وہاں اپنی استعداد کے مطابق اپنے اردگرد کے لوگوں کو خیر کی طرف متوجہ کرے اور حق اور سچ کی زندگی گزارنے کی ترغیب دے۔

سب سے بہتر طریقہ ءتبلیغ:

دعوت و تبلیغ کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ انسان مجسّم دعوت بن جائے اور اپنے قول و فعل دونوں سے لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلائے۔ بلکہ عمل سے دین کی طرف بلانا قول سے بلانے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے بھی ابتداء میں اپنے عمل سے لوگوں کو دین کی طرف متوجہ کیا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فُتِحَتِ الْمَدِيْنَةَ بِالْاَخْلَاقِ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنے اخلاق کے ذریعے مدینہ کے لوگوں کے دلوں کو فتح فرمایا۔

یاد رکھیں کہ دنیا تلوار کا مقابلہ کر سکتی ہے کردار کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔کردار دیکھنے میں ایک بے قیمت سی چیز نظر آتی ہے لیکن اللہ کی قسم! اس کردار کے ذریعے انسان سب سے قیمتی چیز کو بھی خرید لیا کرتا ہے۔

تقریر سے ممکن ہے نہ تحریر سے ممکن　　وہ کام جو انسان کا کردار کرے ہے

کردار کی برکتیں تقریر اور تحریر دونوں سے بڑھ جایا کرتی ہیں۔

قول میں رنگِ عمل بھر کے بنا دے رنگیں　　لبِ خاموش عطا کر دل گویا کر دے

ایسے لوگوں کی زبان اگر نہ بھی بولے تو ان کے عمل اور اخلاق بولتے ہیں اور وہ دلوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔اسی لئے حضرت ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ چین میں آٹھ مسلمان تاجر گئے اور انہوں نے وہاں جا کر تجارت کی اور ان کے حسنِ تجارت کو دیکھ کر پورے کے پورے ملک کے لوگ مسلمان ہوئے۔نہ انہوں نے خطبے دیئے اور نہ ہی بیانات کئے، انہوں نے جا کر صرف تجارت کی۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دینِ اسلام کے ہر ہر عمل میں ایسا حسن و جمال ہے کہ وہ کفر کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے اپنے اندر مقناطیسیت رکھتا ہے۔

دعوت وتبلیغ میں نورِ باطن کی اہمیت:

اگر اللہ تعالیٰ انسان کو باطن کا نور عطا فرما دیں تو پھر دین کا کام بہت آسان ہو جاتا ہے۔اسی لئے ارشاد فرمایا

اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰی بَصِيْرَةٍ (یوسف:108) میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت کے ساتھ۔

اسی لئے اگر بصیرت کے ساتھ کام کیا جائے تو اس دعوت کا فیض بہت زیادہ ہوتا ہے۔عربی زبان میں بصیرت کو ہی فقاہت کہتے ہیں۔

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں

اور دوسری جگہ پر ارشاد فرمایا:

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ (الانعام:125) اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتے ہیں اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں۔

یہ ایک ایسا نور ہے جو اللہ تعالیٰ اعمال میں اخلاص اور اتباع سنت کی وجہ سے مومن بندے کو عطا فرما دیتے ہیں۔ جب انسان اس نور بصیرت کو لے کر چلتا ہے تو پھر اس کا فیض آگے دوسروں تک پہنچ جاتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ہمارے اکابر کے ایک ایک سفر میں ہزاروں کی تعداد میں کفار کفر کو چھوڑ کر اسلام کی طرف متوجہ ہو جایا کرتے تھے۔

قرآن مجید کی روشنی میں داعی کی چند صفات:

قرآن مجید سے داعی کی چند ایسی صفات کا پتہ چلتا ہے کہ اگر انسان ان کو اپنے اندر پیدا کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے کام میں زیادہ برکت رکھ دیتے ہیں...... طالبات ان چند باتوں کو ذرا دل کے کانوں سے سنیں...... یہ صفات اپنے اندر پیدا کریں اور پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی زبان میں کیسے تاثیر پیدا کر دیتے ہیں۔

(ا)......دل میں محبتِ الٰہی پیدا کرنا

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اعمال اور عبادت کے ذریعے اپنے دل کو اللہ رب العزت کی محبّت سے لبریز کر لیا جائے حتیٰ کہ وہ مقام مل جائے جس کو قرآن مجید میں فرمایا گیا:

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (البقرہ:165) اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہوتی ہے۔
یہ شدتِ محبّت دراصل شدتِ ایمان ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی اس طرح کی محبت دل میں ہوگی تو اس محبّت کے ساتھ جو بندہ بات کرے گا وہ دوسرے کے دل پر پڑے گی۔

از دل خیزد بر دل ریزد (جو بات دل سے نکلتی ہے وہ دل کے اوپر پڑتی ہے)

یہی وجہ ہے کہ اگر عام آدمی کسی کو کوئی کام کہہ دے تو اس کو عمل کی توفیق نہیں ملتی اور اگر کوئی نیک اور مخلص اللہ والا وہی کام اس کو کہہ دے تو وہ آدمی کرنا شروع کر دیتا ہے کیونکہ کہنے والے کے الفاظ میں عمل کی پاکیزگی کی وجہ سے ایک برکت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے دیتے ہیں۔ یہ ہدایت تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ہم جب اس فرض کو پورا کریں گے تو ہم اجر کے مستحق بن جائیں گے۔نتائج کو ہم اللہ تعالیٰ کے حوالے کردیں۔ وہ جب چاہے گا اور جسے چاہے گا متوجہ کردے گا۔

(۲)......بے غرض ہو کر دعوت دینا

ہمیں چاہیے کہ ہم دین کی جو بات بھی کریں وہ بے غرض ہو کر کریں۔ یہ داعی کے لئے ایک بڑی اعلیٰ صفت ہے۔اس کے دل میں کوئی غرض مرض نہ ہو۔اسی لئے انبیائے کرام نے اپنی امتوں کو فرمایا:

یٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا (ھود:51) اے لوگو! میں اس کام کے بدلے تم سے کوئی اجرت نہیں چاہتا۔

یعنی وہ کہنا چاہتے تھے کہ میں تجھے کچھ دینے آیا ہوں تم سے لینے نہیں آیا۔ جب یوں بے غرض ہو کر دعوت دی جائے تو اس میں اور زیادہ برکت ہوتی ہے۔

(۳)...... بلا تخصیص دعوت دینا

جب دعوت دیں تو سب کو دیں، یہ نہ ہو کہ صرف لکھے پڑھے لوگوں کو دیں۔ لکھے پڑھے لوگوں کو بھی دعوت دیں اوران پڑھ کو بھی دیں، چھوٹے کو بھی دیں اور بڑے کو بھی دیں، امیر کو بھی اور غریب کو بھی دیں۔ کئی مرتبہ یہ بات دیکھی گئی ہے کہ اگر کوئی لڑکی کم پڑھی ہوئی ہو تو طالبات اور معلمات اس کی طرف زیادہ دھیان نہیں دیتیں اور سوچتی ہیں کہ جی وہ جاہل سی لڑکی ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ اس جاہل سی لڑکی کو بھی تو ایمان اور عمل کی ضرورت ہے۔ جس میں جتنی زیادہ طلب دیکھیں اس پر اتنی زیادہ محنت کریں۔ ایک نابینا صحابیؓ دل میں طلب لے کر نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی کیسی پشت پناہی فرمائی۔ اپنے محبوب ﷺ کو محبوبانہ انداز میں فرمادیا:

عَبَسَ وَ تَوَلّٰیٓ ○ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ○ (عبس:2-1) ترش رو ہوئے اور منہ پھیر بیٹھے کہ آیا ان کے پاس ایک نابینا)

معلوم ہوا کہ جب کوئی طلب لے کر آئے تو اس بندے کو انسان ہمیشہ ہاں میں جواب دے۔ جتنا بھی ممکن ہو وہ اپنے آپ کو کھلائے، اپنے آرام کو قربان کرے، اس کی حتی الوسع کوشش یہی ہو کہ طلب کا جواب ہمیشہ ہاں میں دے۔

(۴)......دل میں رحمت وشفقت ہونا

داعی کا دل ہمیشہ رحمت اور شفقت سے بھرا ہوا ہونا چاہیے کیونکہ یہ نبی رحمت ﷺ والا کام ہے۔ غصہ بھر جانا، دوسروں کے بارے میں طبیعت کے اندر بغض آجانا، ذراسی بات پر چڑھ جانا یا ایک دفعہ کہہ کر روٹھ جانا کہ جی میں نے اس سے کہا تھا لیکن وہ تو سنتا ہی نہیں، یہ داعی کے کام نہیں ہیں۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ

والسّلام اپنے چچا ابو جہل کے گھر بقول علامہ شبلیؒ تین ہزار (۳۰۰۰) مرتبہ اللّٰہ کی دعوت دینے کے لئے تشریف لے گئے۔اس سے پتہ چلا کہ طبیعت کے اندر دوسروں کی خیر خواہی ہو۔اسی لئے انبیائے کرام میں سے ہر ایک نے فرمایا:

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ (ھود:88) میں تو جہاں تک مجھ سے ہو سکے تمہاری اصلاح ہی چاہتا ہوں۔

انبیائے کرام دنیا میں تشریف لا کر جو دعوت کا کام کرتے تھے اس کا مقصد''اصلاح'' ہوتا تھا۔مگر یہ چیز انسان کو اس وقت ملتی ہے جب وہ اللّٰہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔جب وہ عبادت میں،اللّٰہ کے ذکر میں اور فکر میں خوب لگ کر اللّٰہ تعالیٰ سے مانگتا ہے تو اللّٰہ تعالیٰ یہ تمام صفات اس بندے کو عطا فرما دیتے ہیں۔

(۵) تہجّد میں اللّٰہ تعالیٰ سے مانگنا

انبیائے کرام کے بارے میں قرآن مجید میں آتا ہے کہ وہ رات کے آخری پہر میں اٹھ کر اللّٰہ رب العزت سے مانگا کرتے تھے۔

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ○ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○ (الذریت:18-17) وہ راتوں کو بہت کم سویا کرتے تھے اور سحر کے وقت استغفار کیا کرتے تھے۔

ایک اور مقام پر فرمایا،

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَ يَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا ط وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ (الانبیآء:90)

وہ خیر کے کاموں میں جلدی کرنے والے تھے اور اللہ کو پکارتے تھے امید اور خوف کے ساتھ اور وہ ہم سے خشوع اختیار کرنے والے تھے۔

گویا داعی کے دل میں خشوع بھی ہو، خوف بھی ہو، امید بھی ہو اور وہ اللہ سے راتوں کو مانگ بھی رہا ہو۔ جب وہ یوں مانگتا ہے تو پھر اللہ رب العزت اس کو عطا فرما دیتے ہیں۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام بھی اپنی امت کے بارے میں غمزدہ رہتے تھے۔ اسی طرح داعی کو بھی چاہیے کہ وہ غمزدہ رہے اور اللہ سے دعائیں مانگے۔ وہ زبان سے دعوت دے اور پھر نمازیں پڑھ کر، تہجّد پڑھ کر اور ذکر و مراقبے کر کے اللہ سے رو کر بھی مانگے۔ تو یہ رات کو مانگنا سب کے لئے ضروری ہے۔ چاہے وہ معلّم ہو یا داعی ہو، شاگرد ہو یا شاگردہ ہو، کوئی بھی ہو، ہر ایک کیلئے رات کو اٹھ کر مانگنا ایک بڑی نعمت ہے۔

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

اللہ والوں کا یہی دستور ہے کہ وہ رات کے آخری پہر میں اللہ سے رو رو کر مانگتے ہیں اور پھر دن کے وقت اللہ کی مخلوق پر محنت کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کو عمل کی توفیق مل جاتی ہے۔

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے تین شاگرد تھے۔ ان تینوں کا نام عبداللہ تھا۔ وہ ایسے عباد اللہ تھے کہ خدمت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کیا کرتے تھے اور اللہ رب العزت کے پیارے محبوب A ان سے اتنے خوش تھے کہ تہجّد کی نماز کے بعد ان کے لئے بعض اوقات نام لے کر دعائیں فرمایا کرتے تھے۔ اور محبوبِ خدا ﷺ کی دعاؤں کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کو اپنے اپنے فن کا امام بنا دیا۔

چنانچہ

......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ امام المفسرین بنے،

......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام المحدثین بنے اور

......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام الفقہاء بنے۔

معلمات ذرا اپنے دل میں جھانک کر دیکھیں کہ وہ دن میں اپنی شاگردوں کو پڑھاتی ہیں اور ڈانٹ ڈپٹ بھی کرتی ہیں......کیا رات میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مانگتی بھی ہیں؟......کیا کبھی اللہ کے حضور رو رو کر آنسو بھی بہائے ہیں؟......اگر دل میں غم ہوتا تو پھر خود بخود رات کو ہاتھ اٹھتے اور آنسو بہتے۔

(٦)......ذکرِ الٰہی کرتے رہنا

ذکر کا کام دعوت الی اللہ کے لئے ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو نبوت عطا فرمائی تو ارشاد فرمایا،

اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَ لَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ (طٰہٰ:42) جائیے آپ اور آپ کا بھائی میری نشانیوں کو لے کر اور تم دونوں میری یاد سے غافل نہ ہونا۔

تثنیہ کا صیغہ استعمال فرمایا۔اب بتائیے کہ اللہ تعالیٰ انبیائے کرام کی تشکیل فرما رہے ہیں کہ ......اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى (طٰہٰ:24) اور اس وقت ہدایات دیتے ہوئے فرمایا...... وَ لَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ (طٰہٰ:42) (کہ تم دونوں میری یاد سے غافل نہ ہونا) سوچیے کہ اس سے زیادہ ذکر کی کیا اہمیت ہو گی۔ذکر اس کام میں معاون ہے۔اسی لئے علم و ذکر دعوت و تبلیغ کا مستقل ایک نمبر ہے۔کیونکہ ذکر کے بغیر انسان اندر سے خالی ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُ رَبَّهٗ كَمَثَلِ الْحَيِّ وَ الْمَيِّتِ مثال اس کی جو ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا زندہ اور مردہ کی سی ہے۔

ایک ہوتا ہے سرکنڈا اور ایک ہوتا ہے گنا۔سرکنڈا وہ ''کانا'' ہوتا ہے جس سے بچے قلمیں بناتے ہیں۔اگر

موٹا سرکنڈا ہو اور پتلا گنا ہو تو وہ دونوں شکل میں ایک جیسے نظر آتے ہیں مگر دونوں کی حقیقت مختلف ہوتی ہے۔ سرکنڈا اندر سے خشک بھی ہوتا ہے، پھیکا بھی ہوتا ہے اور بے ذائقہ بھی ہوتا ہے اور اگر گنے کو چوسیں تو وہ اندر سے تر بھی ہوتا ہے، شیریں بھی ہوتا ہے اور خوش ذائقہ بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جو اندر سے خشکے بن جاتے ہیں، ذکر سے ان کو مَس ہی نہیں ہوتی اسی لئے ان کی زبان میں مٹھاس ہی نہیں ہوتی۔

(۷)......دل کا سوز سے بھر جانا

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام بعض اوقات امت کے لئے اتنے غمزدہ ہوتے تھے کہ آپ کا دل سوز سے بھر جاتا تھا۔ ہمیں بھی اسی غم اور فکر کے ساتھ دوسروں کو دعوت دینی چاہیے۔ ہمارے ایک دوست عالم ہیں۔ ان سے اس دفعہ عمرہ کے دوران ملاقات ہوئی۔ انہوں نے ہمیں اپنی بیٹی کا واقعہ سنایا۔ وہ فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ میری بچی نے مجھ سے سوال کیا کہ جنت میں کون جائے گا؟ میں نے کہا کہ مومن لوگ جنت میں جائیں گے۔ اس نے پوچھا، کیا یہ کافر اور مشرک لوگ جنت میں نہیں جائیں گے؟ میں نے کہا، یہ نہیں جائیں گے۔ وہ بچی کہنے لگی، کیا وہ ہزار سال کے بعد بھی جنت میں نہیں جائیں گے؟ میں نے کہا، نہیں جائیں گے۔ وہ کہنے لگی، اللہ تعالیٰ رحیم ہیں، کبھی نہ کبھی تو ان کو جنت میں بھیج دیں گے۔ میں نے کہا، نہیں بھیجیں گے۔ وہ حیران ہو کر پوچھنے لگی، ابو! وہ جنت میں کیوں نہیں جائیں گے؟ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ (النسآء:48) بے شک اللہ تعالیٰ مشرک کی کبھی مغفرت نہیں فرمائیں گے۔

پھر وہ پوچھنے لگی، کیا وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنّم میں جلیں گے؟ میں نے کہا، جی ہاں یہ ایک ایسا بڑا گناہ ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنّم میں جلیں گے۔

بچی یہ بات سن کر خاموش ہوگئی۔مگر میں نے دیکھا کہ تھوڑی دیر کے بعد اس نے ٹشو پیپر ہاتھ میں لیا۔ اب میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ آنسو پونچھ رہی تھی۔ میں نے پوچھا، بیٹی! کیوں رو رہی ہو؟ اس نے روتے ہوئے کہا کہ کافر اور مشرک لوگ تو بہت سارے ہیں، یہ سارے کے سارے جہنّم میں جائیں گے۔ میں یہ سوچ رہی تھی کہ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ اکیلی کو جہنّم میں ڈال دیں اور ان سب کی بخشش فرما دیں ...... اللہ اکبر! چھوٹی سی بچی کی سوچ دیکھئے ...... وہ کہنے لگے، اس دن مجھے وہ آیت یاد آگئی جس میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو فرماتے ہیں:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعرآء:3) شاید کہ تم اس غم سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اپنے آپ کو ہلاک کردو گے۔

(۸)......دل میں اخلاص پیدا کرنا

اس کام میں اخلاص بڑا ضروری ہے۔ یاد رکھیں کہ دین کا کام اخلاص کے بغیر آگے نہیں چلتا۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ دنیا میں کتنے مدارس بنتے ہیں مگر کچھ عرصہ کے بعد عمارتیں کھوکھلی ہو کر گر جاتی ہیں اور وہاں کوئی جانے والا نہیں ہوتا۔ اور کچھ مدارس کو اللہ تعالیٰ ایسی قبولیت دے دیتے ہیں کہ سینکڑوں سال تک اللہ تعالیٰ ان کا علمی فیض پھیلا دیتے ہیں اور ان کی ہزاروں شاخیں بن جاتی ہیں۔

بندے کو کیسے پتہ چلے کہ میں دین کا کام اخلاص سے کر رہا ہوں یا نہیں؟ یہ بات میں نے اپنے بڑوں سے سنی ہے اور اسے ہیرا اور موتی سمجھتا ہوں۔ میں ہیرے اور موتی جیسی بات آج ان طالبات کی

خدمت میں پیش کر دیتا ہوں۔ یہ آج اس محفل کا ہماری طرف سے ہدیہ سمجھیں۔

ہمارے اکابر نے فرمایا کہ دین کا کام کرنے والے اپنے اندر اخلاص کو اس طرح چیک کرتے رہیں کہ جب دین کا کام کرتے ہوئے باقی دین کے کام کرنے والوں کے ساتھ دل میں احسان مندی کے جذبات ہوں تو بندہ سمجھے کہ میں اخلاص کے ساتھ کام کر رہا ہوں۔ جس شکل میں بھی دین کا کام کر رہے ہیں، اگر ان کے بارے میں دل میں احسان مندی کے یہ جذبات ہوں کہ یہ گویا میرے اوپر احسان کر رہے ہیں تو یہ اخلاص ہے۔ چنانچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر گلی کے ایک طرف مسجد ہو اور کوئی بندہ بالکل اس کے سامنے مسجد بنالے اور ادھر کا عالم اپنے دل میں خوش ہو کہ الحمدللہ پہلے میں ایک آدمی کام کرنے والا تھا، اب اللہ نے ایک اور آدمی کام کرنے والا بنا دیا ہے۔ تو اس خوشی پر وہ مخلص سمجھا جائے گا اور اگر دل میں انقباض ہوگا تو اس کا مطلب یہ سمجھا جائے گا کہ ابھی اس میں اخلاص نہیں ہے۔

اگر کوئی یہ سمجھے کہ دین کا کام کرنے والے فقط میری ترتیب کے مطابق کام کریں تو پھر دین کا کام کرنے والے ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے ابھی دین میں اخلاص کو پیدا نہیں کیا۔ دیکھیں کہ

مدارس کی بھی ایک ترتیب ہے

دعوت وتبلیغ کی بھی ایک ترتیب ہے اور

خانقاہوں کی بھی ایک ترتیب ہے۔

یہ سب گناہوں میں پڑے بندوں کو اپنے رب کی طرف بلاتے ہیں اور لوگوں کی زندگیاں سنت کے بالکل مطابق بن جاتی ہیں۔ تو جو آدمی جس انداز سے بھی دین کا کام کر رہا ہے اگر وہ اپنا کام بھی کرتا رہے اور دوسرے کام کرنے والوں کے بارے میں دل میں احسان مندی کے جذبات بھی پائے تو وہ

سمجھ لے کہ میں اخلاص سے کام کر رہا ہوں۔ جب وہ احسان مند ہوگا تو کیا وہ ان کے لئے دعائیں نہیں کرے گا۔ تو یہ پہچان ہے کہ وہ خود بھی دین کا کام کرتا ہے اور دین کا کام کرنے والے دوسرے شعبوں کے جتنے لوگ ہیں وہ ان سب کے لئے دعائیں بھی کرتا ہے۔

طالبات کے لئے کام کرنے کے دو طریقے:

یہ فارغ ہونے والی طالبات دین کا کام کرنے کے لئے اگرچہ اپنا اپنا مدرسہ نہیں بنا سکتیں، تاہم وہ کسی نہ کسی ترتیب میں جڑ سکتی ہیں۔ اس کے دو طریقے ہیں

(۱)......ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اپنے گھر میں رہتے ہوئے گھر کے بچوں کو، گھر کی عورتوں کو، برادری کی عورتوں کو اور ہمسایوں کی عورتوں کو دین کی طرف متوجہ کرے۔ اس کی بہترین ترتیب یہ ہے کہ سب سے پہلے تجوید کے ساتھ قرآن پاک پڑھانا شروع کرے۔ یہ نہ سوچے کہ میں عالمہ ہوں اور میں ان کو ناظرہ قرآن پاک کیسے پڑھاؤں۔ ترتیب یہی ہے کہ آپ ان کو پہلے قرآن پاک پڑھانے کی طرف متوجہ کریں۔ چند دنوں کے بعد آپ دیکھیں گی کہ قرآن پاک کی مقناطیسیت نوجوان بچیوں اور بڑی عمر کی عورتوں کو اپنی طرف کھینچے گی۔ وہ قرآن پاک سیکھنے کے لئے آپ کے قریب آنا شروع ہو جائیں گی۔ جب وہ تجوید کے قواعد کے مطابق معروف انداز سے قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیں تو پھر آپ ان کو قرآن پاک کا ترجمہ پڑھانا شروع کر دیں۔ ان کو آپ یہ بتائیں کہ جی، یہ اللہ کا کلام ہے، ہم اتنے عرصے سے پڑھ رہے ہیں لیکن ہمیں اس کے معانی کا پتہ ہی نہیں، کیوں نہ ہم اس کے معانی بھی سمجھ لیں۔ جتنی بھی دین سے دور عورت ہوگی وہ ترجمہ قرآن کے نام پر ضرور آپ کے قریب آجائے گی۔ حتیٰ کہ بے نمازی عورت بھی کہے گی کہ ہاں میں قرآن پاک کا ترجمہ پڑھنا چاہتی ہوں۔

جب وہ ترجمہ قرآن کے نام پر آپ کے قریب آنے لگ جائیں تو ان میں سے وہ بچیاں جو استعداد والی

بھی ہوں، وقت بھی فارغ کر سکیں اور ان کے والدین بھی ان کو اجازت دے دیں، ان کی تشکیل آگے کر دیں اور ان کو مدارس کے ساتھ جوڑیں۔ بنات کے مدارس تو اب ماشاء اللہ تقریباً ہر بڑے محلے میں موجود ہیں۔

(۲)......دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر آپ قریب میں کوئی مدرسہ نہیں پاتیں تو پھر خود اللہ کی توکل پر ان کو پڑھانے کی کوئی ترتیب بنا لیں۔ پہلی اینٹ سے ہی مکان بننا شروع ہو جاتا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ بعض اوقات ایک معلّمہ ایک بڑے مدرسے کے بننے کا سبب بن جاتی ہے۔

اگر آپ گھریلو سطح پر ترجمہ قرآن کے نام سے کام شروع نہیں کرتیں تو پھر کسی مدرسے میں معلّمہ کے طور پر کام کریں۔ کسی نہ کسی ترتیب میں اپنے آپ کو ضرور جوڑیں۔ یہ سوچنا فضول ہے کہ کوئی ہمیں بلائے گا تو ہم پڑھائیں گے۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اللہ سے مانگیں اور اپنے آپ کو کسی نہ کسی کام میں جوڑنے کی کوشش کریں۔ ہم نے دیکھا ہے کہ جو طالبہ کچھ نہ کچھ حرکت کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ حرکت میں برکت ڈال دیتے ہیں۔ پھر اس کے لئے اللہ تعالیٰ گھر میں بھی مدرسہ بنا دیتے ہیں اور مدارس میں بھی راستہ کھل جاتا ہے۔

(۹)......ناپسندیدہ حالات میں برداشت کرنا

اس کام کو کرتے ہوئے بعض اوقات آپ کو کوئی ناپسندیدہ حالات بھی پیش آ سکتے ہیں۔ مثلاً اگر آپ شادی شدہ عورت ہیں اور اخلاص کے ساتھ دین کا کام کر رہی ہیں، تو ہوسکتا ہے کہ ساس آپ کے بارے میں کوئی اور ہی فقرہ بول دے کہ یہ بڑی بنی پھرتی ہے یا اس کو بڑا بننے کا شوق ہے۔ اب اس کا یہ چھوٹا سا فقرہ کہیں آپ کی ہمت کو توڑ ہی نہ دے۔ اس وقت آپ یہ سوچیں کہ دین کی دعوت کا کام کرنے والوں کو اس قسم کے حالات پیش آتے رہتے ہیں۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو کتنی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

پہلے زمانے میں پتھر مارے جاتے تھے اور آج کے زمانے میں الفاظ کے پتھر مارے جاتے ہیں۔ جب ساس کہے کہ اس کو بڑا بننے کا شوق ہے تو یوں سمجھیں کہ اس نے پتھر مارا ہے اور محبوب ﷺ کی سنت پوری ہوگئی ہے۔ اس سے دل تنگ نہ کریں کیونکہ اس کے بغیر ترقی نہیں ہوتی۔ اس قسم کے چھوٹے موٹے حالات ابتدا میں آتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ ان مکی حالات کے بعد مدنی حالات کا دروازہ کھول دیتے ہیں ۔ترتیب وہی ہے جو نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ساتھ پیش آئی تھی۔

ہوسکتا ہے کہ کبھی خاوند ہی مذاق اڑا دے، یا ہوسکتا ہے کہ آپ کام کر رہی ہوں تو والدین کوئی ایسی بات کر دیں یا کبھی بھائی کوئی مذاق اڑا دے۔ ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر خفا ہو کر بیٹھ جانا اور کام چھوڑ دینا ٹھیک نہیں ہے۔ ہم نے تو اخلاص کے ساتھ لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہے۔ اس میں اگر کبھی اپنے آپ پر بوجھ بھی اٹھانا پڑے تو اس بوجھ کو اللہ کیلئے برداشت کریں کیونکہ مومن بندے کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ

وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ (المآئدہ: 54) اور وہ نہیں ڈرتے ملامت کرنے والے کی ملامت سے۔

ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ وہ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہنے لگے، ’’اللہ کے نام پر مجھے دو‘‘۔ لوگوں نے دینا شروع کر دیا۔ جب ان کے ایک عقیدت مند نے انہیں دیکھا کہ اتنے بڑے شیخ مسجد کے دروازے پر کھڑے مانگ رہے ہیں تو وہ بڑا پریشان ہوا۔ اس نے جا کر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ جی اتنے بڑے شیخ ہیں اور مسجد کے دروازے پر کھڑے مانگ رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا، اچھا اب جاؤ اور ان کو یہ پیسے میری طرف سے دے دو۔ اس نے جا کر وہ پیسے ان کو دے دیئے۔ پھر واپس آ کر بتایا کہ انہوں نے لے لئے ہیں۔ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب وہ لے لیں تو آخر میں جا کر ان سے پوچھنا کہ حضرت! آپ یہ

کیوں لے رہے تھے؟ چنانچہ وہ ان کے پاس چلا گیا۔

جب ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے فارغ ہو کر واپس جانے لگے تو اس نے پوچھا، حضرت! آپ کیوں لے رہے تھے؟ حضرت نے فرمایا کہ آج میرے دل میں الہام ہوا کہ تم میرے نام پر لوگوں سے مانگو اور جو کچھ تمہیں ملے اسے غربا میں تقسیم کر دو، لیکن جو آج تمہارے ساتھ خیر کا معاملہ کرے گا، میں پروردگار دینے والوں کو کئی گنا زیادہ عطا کروں گا۔ جب مجھے یہ الہام ہوا تو میں نے اس میں اپنی بے عزتی نہیں سمجھی بلکہ میں نے اپنے بھائیوں کے فائدے کی خاطر جامع مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر اللہ کے لئے مانگنا شروع کر دیا۔......تو بھئی! جس طرح نہ مانگنا اچھا ہوتا ہے اسی طرح بعض اوقات اللہ کے لئے مانگنا بھی فضیلت کا کام ہوتا ہے۔ اس سے بھی نفس ٹوٹتا ہے۔ اس لئے ایسے حالات سے انسان کو فکر مند نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت کے دن کی ندامت سے محفوظ فرما دے۔

(۱۰)......دعوت کا کام کرنے پر شکر ادا کرنا

اگر ہم سرکاری کام نہیں کریں گے تو سرکار کسی اور سے کام لے لے گی۔ اسی لئے ارشاد فرمایا:

وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ۙ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا اَمْثَالَکُمْ (محمد:38) اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا جو تمہاری طرح نہیں ہوں گے۔

ہم اللہ تعالیٰ پر احسان نہ جتلائیں کہ ہم دین کی دعوت کا کام کر رہے ہیں، مدرسے میں پڑھا رہے ہیں اور درس قرآن دے رہے ہیں۔

منت منہ کہ خدمتِ سلطان می کنی منت ازو شناس کہ در خدمت گزاشتن

(اے مخاطب! تو بادشاہ پر احسان نہ جتلا کہ تو بادشاہ کی خدمت کرتا ہے بلکہ بادشاہ کی خدمت کرنے والے تو لاکھوں ہیں، یہ تو بادشاہ کا تجھ پر احسان ہے کہ اس نے تجھے خدمت کے لئے قبول کر لیا ہے۔)

اگر اللہ تعالیٰ ہمیں دین کے کام کے لئے قبول کرلیں تو ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ شکر بجالائیں کہ اے مالک! آپ کا شکر ہے کہ آپ نے ہمیں یہ نسبت عطا فرمائی ہے۔ بہر حال آپ اس علم کو جو آپ نے حاصل کیا، زیور کی شکل میں اپنے اوپر سجائیں اور اس کو آگے پہنچانے کی نیت بھی کرلیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (ال عمرٰن:108) تم بہترین امت ہو جو لوگوں کیلئے نکالی گئی ہو۔

وہ امت لقب جس کا خیر الامم ہے

اگر آج بھی ہم چاہیں کہ دین کا کام آگے بڑھے اور مسلمانوں کو وہی شان و شوکت حاصل ہو تو ہم میں سے ہر بندے کو اپنی اپنی استعداد کے مطابق دین کی دعوت کا کام کرنا ہوگا۔

علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی

داعی کے کام میں اللہ تعالیٰ کی پشت پناہی:

اب ایک آخری بات توجہ کے ساتھ سن لیجئے کہ جب آپ دین کا کام کریں گی تو آپ کے کاموں کی رکاوٹیں اللہ تعالیٰ خود دور فرما دیں گے۔ آپ اسباب کو مت دیکھیں۔ یہ نہ سوچیں کہ یہ کیسے ہوگا اور وہ کیسے ہوگا۔ جب کام ہی پروردگار کا ہے تو پھر ہم ہر چیز سے بالاتر ہو کر اپنے رب پر نظریں جما کر دین کے کام کے لئے قدم اٹھائیں، وہ اسباب کو خود ہی ترتیب دیتا چلا جائے گا۔ کیونکہ جب داعی اخلاص کے ساتھ کام کر رہا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی پوری پشت پناہی فرماتے ہیں...... یہ طالبات کے لئے ایک

علمی نکتہ ہے، توجہ فرمائیے......

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو فرعون کے پاس بھیجا تو فرمایا:

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى (طٰہٰ:24) فرعون کی طرف جائیے وہ بڑا سرکش ہو رہا ہے۔

اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے دل میں ایک طبعی سا خوف آیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو فرعون کے پاس بھیجا تو اس وقت حضرت موسیٰؑ کے دل میں ایک طبعی سا خوف آیا کہ ادھر فرعون ہے، اس کی Established (منظّم) گورنمنٹ ہے، اتنی بڑی قوم اس کا ساتھ دینے والی ہے اور ہم صرف دو آدمی اس کی طرف جا رہے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت ہارون علیہ السّلام دونوں کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:

لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَ اَرٰى (طٰہٰ:46)

تم دونوں نہ ڈرو، بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں، میں سنتا بھی ہوں اور دیکھتا بھی ہوں۔

یعنی فرعون جو بات تم سے کرے گا میں وہ سنوں گا بھی اور وہ تمہارے ساتھ جو معاملہ کرے گا وہ دیکھوں گا بھی۔ جب میں دیکھنے والا اور سننے والا پروردگار تمہارے ساتھ ہوں تو تمہیں گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔

اسی طرح جب دین کی دعوت کا کام کرنے والا بندہ اللہ پر نظر رکھ کر قدم اٹھا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا معاون بن جاتا ہے، اللہ اس کا مددگار بن جاتا ہے، اللہ اس کا ناصرِ حقیقی بن جاتا ہے۔ حتیٰ کہ داعی کو دین کے کام میں جس چیز کی بھی ضرورت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرما دیتے ہیں۔ اس کی دلیل ......قرآن عظیم الشان سے......توجہ فرمائیے گا!!!

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو فرمایا کہ آپ جائیے فرعون کی طرف، تو حضرت موسیٰؑ نے محسوس کیا کہ میری زبان میں تو لکنت ہے اور میں اتنی واضح بات بھی نہیں کرسکتا تو انہوں نے اس وقت دعا مانگی:

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ○ وَ یَسِّرْلِیْٓ اَمْرِیْ○ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ○ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ○ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ○ هٰرُوْنَ اَخِی○ (طٰہٰ:30-25)

میرے پروردگار! میرا سینہ کھول اور میرا کام آسان کردے، اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ میری بات سمجھ لیں اور میرے گھر والوں میں سے میرا وزیر مقرر فرما (یعنی) میرے بھائی ہارون کو۔

اب دیکھئے کہ جب داعی اخلاص کے ساتھ اللہ کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے قدم اٹھاتا ہے تو اس وقت اگر وہ یہ دعا بھی مانگے کہ اے اللہ! میرے بھائی کو آپ میرا وزیر بنا دیجئے تو اللہ تعالیٰ تو اس کے بھائی کو بھی نبوت عطا فرما دیتے ہیں۔ اگر یہ دین کا کام کرنے والی طالبہ اللہ سے یہ دعا مانگے گی کہ اے اللہ! اس دینی کام میں میرا باپ رکاوٹ ہے، میری ماں رکاوٹ ہے، میرا خاوند رکاوٹ ہے، میرا بھائی رکاوٹ ہے، اے اللہ! اس کو اس معاملہ میں میرا معاون بنا دے تو کیا خیال ہے کہ اخلاص کے ساتھ کام کرنے والی اس طالبہ کی دعا کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرمائیں گے۔ جو پروردگار نبوت کا مقام عطا فرما دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کسی کو ولایت کیوں نہیں عطا فرمائے گا۔ اس لئے یہ کہہ دینا کہ میں نے تو جیسے کیسے پڑھ لیا ہے مگر میرا میاں ٹھیک نہیں ہو رہا، یہ درست نہیں ہے۔ آپ دین کا کام کریں اور اخلاص سے اللہ تعالیٰ سے مانگیں، اللہ تعالیٰ دل کی دنیا کو بدل کے دکھا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ مخالف حالات کو آپ کے لئے معاون بنا دیں گے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کی ساری مخالفت ختم ہوئی تھی یا نہیں ہوئی تھی۔ ایسی ختم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ○ (القصص:35) فرمایا، مضبوط کئے تمہارے ہاتھ تمہارے بھائی کے ذریعے سے اور ہم نے تم دونوں کے لئے شان وشوکت رکھ دی، وہ تمہیں پہنچ بھی نہیں سکیں گے ۔ آپ جائیے ہماری ان نشانیوں کو لے کر، آپ اور جو آپ کی اتباع کرنے والے ہوں گے وہ یقیناً غالب آ کر رہیں گے۔

دیکھئے کہ اللہ رب العزت کتنے مہربان ہیں۔ وہ دین کی دعوت کا کام کرنے والوں کی پشت پناہی فرما دیتے ہیں۔ اور بھی غور کریں کہ جب اگر فرعون نے ان کی دعوت کو تسلیم نہیں کیا تو نتیجہ کیا ہوا۔ ایک وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دریا کے اندر غرق کر دیا۔ غرق ہوتے ہوئے کہنے لگا،

میں ایمان لایا موسیٰ اور ہارون کے رب پر

فرمایا،

آلْئٰنَ (اب تمہاری آنکھیں کھلی ہیں)۔

(اب بہت دیر ہوگئی ہے۔) It is too late.

چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ○ وَّ كُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ○ كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ (الشعرآء:57-59) تو ہم نے ان کو باغوں اور چشموں سے نکال دیا، اور خزانوں اور نفیس مکانات سے۔ اس طرح کیا اور ان کا وارث بنی اسرائیل کو کر دیا)

اگر آپ کے اس کام میں بھی کوئی رکاوٹ بنے گا اور آپ دین کا کام کرتی رہیں گی تو اللہ تعالیٰ اس

رکاوٹ کو دور کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کو عزتوں کے ساتھ اس میں کامیاب فرما دیں گے۔

لہٰذا دعا ہے کہ یہ تمام طالبات جو آج دورہ حدیث کی آخری حدیث پڑھنے کی سعادت پا چکی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو بقیہ پوری زندگی دین کی دعوت کا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ پوری زندگی دین کی خادمہ بن کر...... دین کی عالمہ بن کر نہیں بلکہ دین کی خادمہ بن کر...... کیونکہ طالبات کو دیکھا گیا ہے کہ چند لفظ پڑھ کر پتہ نہیں وہ اپنے آپ کو کیا سمجھنے لگ جاتی ہیں کہ دوسری عورتوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنا شروع کر دیتی ہیں...... اس لئے عالمہ بن کر نہیں بلکہ دین کی خادمہ بن کر اس کام کو پوری زندگی کرتی رہیں اور پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کس طرح سرخروئی عطا فرماتے ہیں۔

علمائے دیوبند کی عنداللہ قبولیت:

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کو دیکھئے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کو دیکھئے، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کو دیکھئے۔ ان کے شاگردوں میں سے کوئی بھی آپ کو فارغ بیٹھا نظر نہیں آئے گا۔ ہر ہر شاگرد نے کام کیا۔ آپ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے کسی ایک شاگرد کا نام بتائیں کہ جس نے ان سے پڑھا ہو اور دین کا کام نہ کیا ہو۔

ایک دفعہ میری ملاقات دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث سے ہوئی۔ وہ وہاں بخاری شریف پڑھاتے ہیں۔ میں نے ان سے یہی طالبعلمانہ سوال کیا کہ حضرت! آپ مرکز میں بیٹھے ہیں اور آپ کے پاس ہر سال چھ سات سو بچے طلبہ حدیث پاک پڑھنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں، تو آپ بتائیں کہ اس مرکز میں بیٹھ کر آپ کو کوئی ایک مثال کبھی نظر آئی کہ کسی نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا ہو اور پھر اس نے دین کا کام نہ کیا ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے حضرت شیخ الہند کا کوئی شاگرد ایسا نظر نہیں آتا جس نے دین کا کام نہ کیا ہو۔ یہ ان کی قبولیت عنداللہ کی دلیل ہے۔ سبحان اللہ، ہمارے اکابر ایسے تھے

کہ اپنے شاگردوں کو بھی اللہ کے ہاں قبول کروالیا کرتے تھے۔

ایک عجیب دعا:

ایک مرتبہ یہ عاجز جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔حضرت نے تقریباً ایک گھنٹہ تک نصیحتیں اور باتیں فرمائیں۔انہوں نے ان نصیحتوں میں ایک عجیب بات فرمائی۔فرمانے لگے کہ میں حج پر گیا اور جب میں قبولیتِ دعا کی ایک خاص جگہ پر پہنچا (اس جگہ کا نام بھی بتایا) تو میں نے وہاں صرف ایک ہی دعا مانگی۔ہم حاضرین مجلس بڑے حیران ہوئے کہ کوئی بڑی دعا ہوگی جو اتنے بڑے شیخ الحدیث مانگ رہے تھے۔چنانچہ ہم نے بڑے تجسّس کے ساتھ پوچھا،حضرت! کیا دعا مانگی؟ فرمانے لگے کہ میں نے ایک ہی دعا مانگی،

''اے اللہ! میرے ادارے سے جو طالب علم بھی پڑھ کر نکلے،اس کو اپنے مقرب بندوں میں شامل فرما لے۔''

اس لئے جب وہاں سے آتے جاتے کبھی اس جامعہ کو دیکھتا ہوں تو مجھے قرآن پاک کی یہ آیت یاد آتی ہے۔

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ (المطففین:28) وہ ایک چشمہ ہے جس سے (اللہ تعالیٰ کے) مقرب پئیں گے۔

اللہ رب العزت نے اس ادارے کو ایسا علمی چشمہ بنادیا کہ اللہ کے عظیم بندے علمی فیض پا رہے ہیں۔

یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے

اگر امت کی سب طالبات اپنے اپنے گھروں کو دین کا مدرسہ بنادیں اور اپنے بچوں کو اچھی تربیت دینی

شروع کردیں، دین کی طرف متوجہ کرنا شروع کر دیں اور گھر کے اندر اپنے محبوب A کی سنتوں کو زندہ کرنا شروع کردیں تو ان شاءاللہ ہر گھر کے اندر دین کا چراغ، علم کا چراغ اور نور کا چراغ روشن ہوگا۔ پھر آپ دیکھنا کہ یہ بے عملی اور کفر وشرک کی ظلمت ختم ہو جائے گی اور بالآخر اسلام کی یہ نورانیت پوری دنیا کے اندر غالب آجائے گی۔

علامہ اقبال نے کہا تھا،

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش — اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغام سجود — پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی
شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے — یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

اللہ رب العزت امت مسلمہ کو عزت رفتہ نصیب فرمادے اور نغمۂ توحید ہمارے دلوں میں سجادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ